اخوان المسلمون

حسن البنا سے مصطفیٰ مشہور تک

ڈاکٹر عبید اللہ فہد فلاحی ○

(تیسری اور آخری قسط)

السید عمر تلمسانیؒ کے حادثہ وفات کے بعد اخوان نے استاذ محمد حامد ابو النصرؒ کو چوتھا مرشد عام منتخب کیا۔ یہ عظیم ذمہ داری آپ کو مئی ۱۹۸۶ میں سونپی گئی۔ آپ بہت کم گو تھے اور خطابت و تحریر سے گریزاں رہتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کی صرف ایک کتاب **حقیقة الخلاف بین الاخوان المسلمین وعبد الناصر** منظر عام پر آئی۔

استاذ محمد حامد ابو النصرؒ (۱۹۱۳-۱۹۹۶)

استاذ ابو النصرؒ فروری ۱۹۱۳ میں مصر کے مردم خیز خطے اسیوط کے شہر منفلوط میں پیدا ہوئے۔ خاندان علم دوست اور محب وطن تھا۔ دادا شیخ علی ابو النصر اپنے دور کے معروف علمائے ازہر میں سے تھے۔ ثانوی تعلیم کی تکمیل کے بعد والد کی جایداد کی حفاظت اور نگرانی کے لیے یکسو ہو گئے کیونکہ لمبی چوڑی زراعتی زمین کے وارث تھے۔ ۱۹۳۳ کے اواخر میں شیخ حسن البناؒ سے ملاقات ہو گئی اور ان کی دعوت اور جدوجہد سے ایسے متاثر ہوئے کہ پوری زندگی داؤ پر لگا دی۔ مصر کی سطح مرتفع کے علاقے میں اخوان میں سب سے پہلے آپ ہی نے شمولیت اختیار کی۔ منفلوط کی شاخ کے ایک ذمہ دار کے منصب سے بہ تدریج ترقی کرتے ہوئے ہیئت تاسیسی کی رکنیت سے سرفراز ہوئے۔ پھر جماعت کی سب سے بااختیار مجلس مکتب الارشاد کے

○ ریڈر، شعبہ اسلامک اسٹڈیز، علی گڑھ مسلم یونی ورسٹی

رکن منتخب ہوئے۔ قید و بند کے تمام جاں گسل مراحل سے دوسرے اخوانی رہنماؤں کی طرح شیخ ابوالنصرؒ بھی گزرے۔ ۱۹۵۴ کے حادثے میں گرفتار کیے گئے تو ۲۵ سال قید بامشقت کی سزا دی گئی۔ بعض مبصرین کا خیال ہے کہ شاہ فاروق کے اس دور میں حکومت کو اگر جمال عبدالناصر کا خوف نہ ہوتا جو اسیوط سے منسوب ہونے کی وجہ سے شیخ کو جانتا تھا، تو انھیں پھانسی پر لٹکا دیا گیا ہوتا۔ ۲۵ سال کی یہ مدت جیل میں ان کی ثبات و استقامت اور صبر و رضا، مقصد سے کامل شیفتگی اور اس کی راہ میں کلمل جاں سپاری کا درخشاں اور تابناک دور ہے۔ ۱۹۷۴ میں انھیں جیل کے مظالم سے رہائی نصیب ہوئی۔

استاذ محمد حامد ابو النصرؒ کے ۱۰ سالہ دور قیادت میں اخوان نے سیاسی سطح پر غیر معمولی کامیابیاں حاصل کیں۔ گرچہ تنظیمی سطح پر وہ اب بھی خلاف قانون رہی مگر عوام میں اس کی جڑیں پھر گہری ہوئیں اور اس کے وجود کو برابر تسلیم کیا گیا۔ ملک کی پیشہ ورانہ تنظیموں اور کالجوں اور یونی ورسٹیوں کی تدریسی انجمنوں پر اخوان کے کارکن اور رہنما حاوی رہے۔ ان کے تمام انتخابات میں اسلام پسندوں کو فتح حاصل ہوئی۔ اپریل ۱۹۸۷ میں، حزب العمل اور حزب الاحرار سے مفاہمت کر کے اخوانی کارکنوں نے پارلیمانی انتخابات میں حصہ لیا اور پہلی بار جماعت کی تاریخ میں مصری پارلیمنٹ میں ۳۶ / اخوانی امیدوار کامیاب ہو کر پہنچے اور کامیاب حزب اختلاف کا کردار ادا کیا۔ ۱۹۸۹ کے مجلس شوریٰ کے وسط مدتی انتخاب میں بھی اخوان نے حصہ لیا۔ ۱۹۹۰ کے پارلیمانی انتخابات کے مقاطعے میں بھی اخوانی کارکنوں نے قائدانہ کردار ادا کیا۔ بعد میں دوسری سیاسی پارٹیوں کو بھی اس مقاطعے میں شامل ہونا پڑا۔ اخوان نے بائیکاٹ کا یہ فیصلہ ایمرجنسی کی توسیع کے خلاف کیا تھا۔ ۱۹۹۲ کے مقامی انتخابات میں بھی اخوان شامل رہے۔ ۱۹۹۳ میں صدر حسنی مبارک کی مدت صدارت کی تیسری بار توسیع کی اخوانیوں نے مخالفت کی، جس کی وجہ سے ان کے ۸۲ قائدین کو ۱۹۹۵ میں فوجی عدالتوں میں جھوٹے مقدمات کا سامنا کرنا پڑا۔ ان میں سے ۵۴ کو جیل کی ہوا کھانی پڑی۔

چوتھے مرشد عام کے دور میں تنظیم الاخوان المسلمون داخلی استحکام اور تدریجی استقرار سے بھی ہم کنار ہوئی۔ مقامی شاخوں سے لے کر مکتب الارشاد کے اراکین اور سربراہوں تک کے انتخاب میں شورائیت اور جمہوریت کی روح کو جاری و ساری کیا گیا۔ اس طرح عام اراکین میں خود اعتمادی، احساس ذمہ داری اور شراکت کی قدروں کو فروغ ملا۔ یہ ابتلا و آزمایش کے دور کے آغاز کے بعد سے جماعت میں پہلی بار ممکن ہوا (ہفت روزہ المجتمع ' کویت ' شمارہ ۱۱۸۶، ۳۰ جنوری ۱۹۹۶، ص ۲۲)۔

۱۹۹۱ میں اخبار الاہرام کے ایک ذیلی ادارے سنٹر فار پولیٹیکل اینڈ اسٹرے ٹیجک اسٹڈیز (مرکز برائے سیاسی و استراتیجی مطالعات) نے مصر کے سیاسی و سماجی حالات پر ایک معروضی تجزیہ پیش کیا۔ اس رپورٹ میں ملک میں بڑھتے ہوئے رجحانات تشدد و دہشت گردی پر بے چینی ظاہر کی گئی ہے اور اسلام پسندوں کی روز افزوں مقبولیت اور اخوانی کارکنوں کے عوامی اثرات پر اضطراب کا اظہار کیا گیا ہے۔ رپورٹ سے

اندازہ ہوتا ہے کہ استاذ ابوالنصرؒ کے دور میں اخوان پھر مرجع خلائق بننے لگے۔ رپورٹ میں انجمن اطبا، انجینیرز ایسوسی ایشن، طلبہ یونین اور تنظیم اساتذہ جیسی پیشہ ورانہ تنظیموں اور انجمنوں کے انتخابات میں اخوانیوں کی کامیابی کا جائزہ لیا گیا ہے۔

آٹھویں عشرے کے نصف آخر سے انجمن اطبا مصری معاشرے میں سب سے متحرک اور فعال انجمن باور کی جاتی ہے۔ اس کی وجہ ایک تو ملک میں سیاسی، معاشی اور معاشرتی ارتقا ہے اور دوسری وجہ تحریک اسلامی کے بڑھتے ہوئے اثرات ہیں۔ ۷۸-۱۹۷۷ میں تحریک اسلامی کے جن طلبہ نے کالجوں اور یونی ورسٹیوں میں قیادت کی اور پیشہ ورانہ کالجوں میں اپنے اثرات قائم کیے، وہی طلبہ آج تمام پیشہ ورانہ انجمنوں میں قائدانہ کردار نبھا رہے ہیں۔ آج معاشرے کے تمام ادارے قانون کے دائرے میں رہ کر کام کر رہے ہیں اور ملکی دستور کی حدود میں اپنی سرگرمیاں انجام دے رہے ہیں۔ ان تمام پیشہ ورانہ انجمنوں کو قانون نے تحفظ فراہم کیا ہے۔ وہ ڈاکٹروں کے درمیان مشترک افکار و اقدار کی اشاعت و استحکام اور ممالک عربیہ کی دوسری طبی انجمنوں سے تعاون کے لیے مصروف تگ و تاز رہ سکتی ہیں تاکہ صحت کا معیار بلند ہو اور آزادی وطن، ترقی معاشرت اور وحدت عربیہ کے مقاصد کا حصول ممکن ہو سکے۔ نیز مصری ڈاکٹروں کا دنیا کے دوسرے ڈاکٹروں سے رابطہ بہتر اور مضبوط ہو۔ یہ قانون ۱۹۶۹ میں بنایا گیا تھا اور اشتراکی عناصر نے اس سے بڑا فائدہ اٹھایا۔ انجمن اطبا پر اسلامی عناصر کے غلبے کی وجہ سے بڑے دور رس اثرات مرتب ہوئے۔ انجمن اطبا کے انتخابات میں اراکین کی دلچسپی کافی بڑھی ہے۔ ۱۹۸۲ میں ووٹ دینے والوں کا تناسب ۴ فی صد، ۱۹۸۴ میں ۱۸ فی صد اور ۱۹۸۶ میں ۱۷ فی صد تھا۔ بعد کے انتخابات میں ۱۹۸۸ اور ۱۹۹۰ میں یہ تناسب بڑھ کر ۲۵ فی صد اور ۲۵.۵ فی صد ہو گیا۔

انجمن اطبا کے منتخب اراکین کی غالب اکثریت اسلامی رجحان رکھتی ہے اور وہ اس کی تمام ذیلی کمیٹیوں پر حاوی اور غالب ہے، جیسے معاشرتی کمیٹی، تمام یونٹوں کی کمیٹی، مصر کے باہر اطبا کی کمیٹی، حفظان صحت کمیٹی، کمیٹی برائے نشرواشاعت، امانۃ کمیٹی، ہیلتھ انشورنس کمیٹی وغیرہ۔ انجینیرز ایسوسی ایشن کا بھی یہی حال ہے۔ اس کی تمام ذیلی کمیٹیوں پر اسلام پسند چھائے ہوئے ہیں۔ سیکرٹریٹ، انتظامیہ اور دوسرے مرکزی یونٹوں کے علاوہ صوبوں اور شہروں کی سطح پر ۲۳ کمیٹیوں میں یہی لوگ برتری حاصل کیے ہوئے ہیں۔

رپورٹ کے مطابق بیشتر مصری یونی ورسٹیوں کی طلبہ یونینوں میں اسلامی رجحان کا غلبہ ہے۔ یہ تمام طلبہ ۱۹۷۹ کے دستورالعمل کی منسوخی کا مطالبہ کر رہے ہیں۔ وہ ۱۹۷۶ کا دستورالعمل بحال کرنا چاہتے ہیں جو خود طلبہ یونینوں کا تشکیل کردہ ہے۔ ۱۹۹۱ کے انتخابات میں قاہرہ یونی ورسٹی کے سائنس کالج، میڈیکل کالج، انجینیرنگ کالج اور معاشرتی منصوبہ بندی کالج کی تمام سیٹوں پر اسلام پسند کامیاب ہوئے، جب کہ وٹرنری کالج، کالج آف ایگریکلچر، کالج آف آرکیالوجی اور آرٹس کالج میں بھاری اکثریت سے، اور کالج آف

اکنامکس' کالج آف پولیٹیکل سائنس' کالج آف فارمیسی' ڈینٹل کالج اور کالج آف کمیونی کیشن میں ایک تہائی یا دو تہائی نشستوں کے حصول کے ساتھ وہ فتح یاب رہے۔ جامعہ الازہر میں تو اسلام پسندوں کے تمام امیدوار فاتح نکلے اور الحزب الوطنی کے امیدوار حمایت حاصل کر کے ہی کامیاب ہو سکے۔

ماضی قریب میں' رپورٹ کے مطابق' یونی ورسٹیوں کی تنظیمات اساتذہ کی سرگرمیاں کافی وسیع ہوئی ہیں۔ انھوں نے اساتذہ کے مسائل کے ساتھ معاشرے کے امور و معاملات میں بھی بڑی دلچسپی لی ہے۔ گذشتہ ۳ برسوں سے ان تنظیموں کی عام کانفرنس منعقد ہو رہی ہے اور ہر ۲ ماہ پر قاہرہ' ازہر' عین شمس' حلوان' بنہا' طنطا' المنصورہ' الزقازیق' قناۃ السویس (نہر سویز)' المنیا' اسیوط' الاسکندریہ اور المنوفیہ کی یونی ورسٹیاں باری باری یہ کانفرنس منعقد کرتی ہیں۔ بیش تر یونی ورسٹیوں کی تنظیم اساتذہ میں مختلف عہدوں پر اسلام پسند ہی فائز ہیں (لجنة من المتخصصين باشراف مصطفى محمد الطحان' حاضر العالم الاسلامی عام ۱۹۹۲ م' المرکز العالمی للکتاب الاسلامی' کویت' ۱۹۹۲' ص ۹۹-۱۰۱)۔

۱۹۹۵ میں پارلیمانی انتخابات سے قبل ہی صدر حسنی مبارک نے اخوان کے ساتھ پکڑ دھکڑ کا معاملہ کیا اور تمام دستوری و قانونی تقاضوں کو بالائے طاق رکھ کر بیشتر اخوانی رہنماؤں کے خلاف فوجی عدالت میں مقدمہ چلایا۔ ۵۴/ قائدین کو ان مقدموں کا سامنا کرنا پڑا۔ ان میں سے ۵/ افراد کو ۵ سال قید بامشقت کی سزا سنائی گئی اور ۴۹/ اخوانیوں کو ۳' ۳ سال قید کی سزا دی گئی' جب کہ ۲۷/ افراد کو بری کر دیا گیا۔ مرکز کی عمارت کو ۱۸ برسوں سے مسلسل سرگرم عمل اور آباد رہنے کے بعد مقفل کر دیا گیا اور تمام مقبوضہ اشیا کو ضبط کر لیا گیا۔ یہ اہم واقعہ بھی تاریخ مصر اور تاریخ اخوان دونوں میں محفوظ کیے جانے کے قابل ہے کہ پہلی بار اس مقدمے میں ملک کے مختلف طبقوں اور تمام حزب اختلاف سے تعلق رکھنے والے ۳۵۰ وکیلوں نے دفاع اخوان کے لیے اپنے آپ کو پیش کیا۔ فوجی عدالت کے اس فیصلے کے بعد نائب مرشد عام نے ایک انٹرویو میں صورت حال کی وضاحت کی اور صدر حسنی مبارک کے اس اقدام کو تحریک اسلامی کے لیے ابتلا و آزمایش کے تسلسل سے تعبیر کیا۔ یہاں اس انٹرویو کے بعض حصے درج کیے جا رہے ہیں:

المجتمع: کیا حکومت سے بات چیت کا دروازہ بند ہو چکا ہے یا حالات کو معمول پر لانے کے لیے ابھی کوئی اس قسم کی گنجایش موجود ہے؟

نائب مرشد عام: سیاسی سطح پر ہمارے اور حکومت کے درمیان ابھی کوئی گفتگو نہیں ہوئی ہے۔ البتہ ہماری خواہش ہے کہ باہمی گفت و شنید ہو۔ پولیس کے بعض ذمہ داروں سے گفتگو ہوتی رہی ہے۔ وہ اچھی طرح واقف ہیں کہ ہم تشدد اور دہشت گردی سے بہت دور ہیں اور ہم کسی قیمت پر اسے پسند نہیں کریں گے کہ ہماری طرف سے حکومت کو امن عامہ کے مسائل درپیش ہوں۔ البتہ ارباب حکومت نے اس یلغار کے بعد ہم پر دہشت گردی اور انتہا پسندوں سے سازباز رکھنے کا الزام عائد کرنا شروع کر دیا ہے۔ اس سے

حکومت کا انداز گفتگو بدلتا محسوس ہو رہا ہے، جب کہ خود صدر مملکت حسنی مبارک نومبر ۱۹۹۳ میں فرانسیسی اخبار لی مانڈے کو دیے گئے انٹرویو میں اعتراف کر چکے ہیں کہ: "اخوان سیاسی جنگ کو ترجیح دیتے ہیں اور انھوں نے ٹریڈ یونینوں کے انتخابات میں حصہ لیا اور کامیاب ہوئے"۔ اس وقت کے وزیر داخلہ حسن الفی نے بھی اپریل ۱۹۹۴ میں تشدد اور دہشت پسندی سے اخوان کے تعلق پر پوچھے گئے ایک سوال کے جواب میں کہا کہ: "اخوان کا تشدد سے کوئی تعلق نہیں ہے"۔ مگر اب حکومت اخوان اور دہشت پسند جماعتوں کے درمیان رابطے کا سراغ لگانے کی کوشش کر رہی ہے۔

المجتمع: حکومت کی اس الزام تراشی کو اور اخوان اور دہشت پسندانہ سرگرمیوں میں ملوث جماعتوں کو ایک ہی صف میں کھڑا کرنے کی حکومتی پالیسی کو آپ کس تناظر میں دیکھتے ہیں؟

نائب مرشد عام: میرا خیال ہے کہ "اسلامی بنیاد پرستی" "اسلامی تشدد پسندوں" اور "اسلامی انتہا پسندوں" وغیرہ اصطلاحات کے پس پردہ یہودیوں کا ہاتھ ہے کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ اخوان اور عام طور سے تمام اسلام پسند، امام حسن البناؒ کے زمانے ہی سے فلسطین پر یہودی تسلط کے خلاف ہیں۔ اس مبالغہ آرائی اور افسانہ تراشی کے ذریعے یہودی امریکہ، یورپی ممالک اور بعض عرب ممالک کے حکمرانوں کو مطمئن کر دیتے ہیں۔ وہ خلاف واقعہ باتوں کو نمک مرچ لگا کر بیان کرتے ہیں اور اخوان جیسی اعتدال پسند جماعتوں اور انتہا پسند تنظیموں کو ایک دوسرے سے خلط ملط کر دیتے ہیں اور مصر اور دوسرے علاقوں میں اخوانیوں کو کچلنے لگتے ہیں۔

المجتمع: اخوان اور مصری حکومت کے درمیان تعلقات کی نوعیت مستقبل میں کیا ہو گی اور آپ اس سلسلے میں کیا حکمت عملی اختیار کریں گے؟

نائب مرشد عام: پارلیمانی انتخابات کے بعد ہی حکومت کی پالیسی واضح ہو سکے گی۔ اگر حکومت مستحکم ہوئی اور اسے حزب اختلاف کی موجودگی سے کوئی پریشانی محسوس نہ ہوئی تو ممکن ہے کہ حکومت کچھ نرم پڑے ورنہ وہ اخوان کو تنگ کرے گی۔ حکومت سے تصادم کی صورت میں ہم اپنی طرف سے پوری صراحت کرنا چاہتے ہیں کہ ہم تصادم اور معرکہ آرائی کا راستہ اختیار نہیں کریں گے۔ ہماری طرف سے کسی تشدد کا استعمال نہیں ہو گا مگر ہم دستور کی حدود میں رہ کر اور قوانین حکومت کا لحاظ کرتے ہوئے تمام وسائل و ذرائع کے ساتھ دعوت الی اللہ کا فریضہ انجام دیتے رہیں گے۔ ہم دعوت دین کا کام کریں گے۔ اسلامی تعلیمات کی طرف لوگوں کو بلائیں گے اور جس قدر مواقع ہمیں میسر ہیں، نفاذ شریعت کی مہم جاری رکھیں گے مگر دہشت اور قوت کے استعمال اور افواہوں کی گرم بازاری سے پرہیز کریں گے۔ اگر حکومت ان چیزوں میں دلچسپی لے گی تو اس کی خود ذمہ دار ہو گی۔

آخر میں ہم یہ واضح کرنا چاہیں گے کہ ہماری تمام تر جدوجہد اس لیے ہو گی کہ عالمی معاشرہ اسلام کی

حقیقت سے واقف ہو۔ اسے معلوم ہو جائے کہ یہ سلامتی کا مذہب ہے۔ یہ عدل و انصاف اور رحمت و حریت کا دین ہے' اور یہ کہ اخوان اسلام کے علم بردار ہیں اور وہ چھوٹے بڑے تمام معاملات میں اسلام کی خلاف ورزی نہیں کرتے۔ ہم اس تصویر کو مزید نکھارنے کی کوشش کریں گے' جب کہ ہمیں معلوم ہے کہ صیہونیوں نے عالم مغرب میں اسلام اور مسلمانوں کی تصویر مسخ کر کے پیش کرنے میں بڑا اہم کردار ادا کیا ہے۔ صیہونیت کے علم برداروں نے اسلام کو دہشت اور تشدد کے مذہب کے طور پر پیش کیا ہے' جب کہ سب جانتے ہیں کہ صیہونیت ہی تشدد اور دہشت کی بنیاد ہے۔ ہماری کوشش ہو گی کہ ذرائع ابلاغ صحیح تصویر کشی کریں۔ وحسبنا اللّٰہ ونعم الوکیل (ہفت روزہ المجتمع 'کویت' شمارہ ۱۱۷۸' ۵ دسمبر ۱۹۹۵' ص ۳۰-۳۲)۔

استاذ محمد حامد ابو النصرؒ کے دور میں اخوان نے خلیجی ممالک اور عالم اسلام کے مسائل پر بڑا بے لاگ اور جرأت مندانہ موقف اختیار کیا اور تحریک اسلامی کا نقطۂ نظر بے کم و کاست بیان کیا۔ عراق کویت جنگ اور امریکہ کی فوجی مداخلت کے خلاف عالم اسلام میں بڑا ہنگامہ برپا ہوا۔ بعض اسلامی تحریکوں نے امریکہ دشمنی میں عراق کے جارحانہ اقدام کو نظرانداز کر دیا۔ بعض اسلام پسند رہنماؤں نے تو صدر عراق صدام حسین کو مبارک باد بھی دی۔ مگر اخوان کا موقف بڑا معتدل اور باوقار تھا۔ انھوں نے تمام حالات کا گہرا اور سنجیدہ تجزیہ کر کے اپنے نقطۂ نظر کا اظہار کیا۔

استاذ ابو النصرؒ کا پہلا بیان کویت پر عراقی حملے کے دن ۲/ اگست ۱۹۹۰ کو ہی شائع ہوا جس میں عراقی جارحیت کی مذمت اور جان و مال کی بڑے پیمانے پر تباہی پر اظہار افسوس کیا گیا تھا۔ بیان میں کہا گیا کہ عراقی فوجیں فوراً کویت کی سرحدوں سے نکل جائیں ورنہ اس کے دور رس اثرات عالم اسلام پر مرتب ہوں گے اور مقبوضہ فلسطین میں جاری اسلامی مزاحمت بہت کمزور ہو جائے گی۔ امت اسلامیہ کے سربراہوں سے اپیل کی گئی کہ عراق کو پسپائی پر آمادہ کرنے کے لیے تمام ممکنہ وسائل اور اثر و رسوخ کا استعمال کریں اور دونوں پڑوسی ملک مل بیٹھ کر اختلافات کا تصفیہ کر لیں۔

استاذ ابو النصرؒ نے ہر قسم کی غیر ملکی مداخلت کا جس میں سرفہرست امریکی مداخلت تھی' مقاطعہ کیا اور تمام غیر ملکی طاقتوں کو اس سے باز آنے کا مطالبہ کیا۔ انھوں نے زور دیا کہ اس خلیجی بحران کا تصفیہ عرب اسلامی تناظر میں کیا جائے۔ اس سیاق میں اخوان نے عالم اسلام کی مختلف اسلامی تحریکوں کے نمایندوں پر مشتمل ایک وفد تشکیل دیا جس کی قیادت مرشد عام اور ان کے مشیر قانونی مامون الہضیبی نے کی اور اس بحران کو حل کرانے کی کوشش کی۔

دوسرے مرحلے میں' ۲۰ جنوری ۱۹۹۱ کو مرشد عام نے ایک اور بیان جاری کیا' یعنی عراق پر امریکی حملے کے تیسرے دن' آپؒ نے امریکی حملے اور متحدہ فوجی قوتوں کی مذمت کرنے کے ساتھ امت مسلمہ کے اس

بحران کے لیے عرب حکام کو ذمہ دار قرار دیا۔ انھوں نے صراحت کی کہ حاکم عراق اور اس کے بدترین آمرانہ نظام حکومت کو تمام تر قصوروار مان لیا جائے، تب بھی یہ حقیقت تبدیل نہیں ہو سکتی کہ عراقی قوم امت مسلمہ و عربیہ ہی کا ایک حصہ ہے۔

اس مرحلے میں، اخوان برابر عراقی نظام حکومت اور صدام حسین کے آمرانہ مزاج کی مخالفت کرتے رہے اور یہ اعلان کرتے رہے کہ عراق نے عجلت میں حماقت کا مظاہرہ کیا ہے اور اس کے تمام اقدامات سے اسلام دشمنوں کو ہی فائدہ پہنچا ہے۔ یہاں تک کہ اخوان کا کہنا تھا کہ اسرائیل پر عراق نے جو میزائل چھوڑے ہیں، ان سے صیہونیت ہی کا فائدہ ہوا ہے کیونکہ وہ مملکت اسرائیل کا کچھ نہ بگاڑ سکا۔ البتہ اسے باہر سے اربوں اور کھربوں ڈالر کی امداد ضرور مل گئی ہے۔

تیسرے مرحلے میں، اخوان نے جنگ کے خاتمے اور اقوام متحدہ کی قراردادوں کو عراق کی جانب سے تسلیم کیے جانے پر خوشی و مسرت کا اظہار کیا اور عرب حکومتوں سے درخواست کی کہ وہ اس بحران سے سبق حاصل کریں۔ اپنے یہاں عوام کو آزادی رائے اور حریت فکر سے ہم کنار کر کے صحت مند شورائی نظام قائم کریں۔ مرشد عام نے اس بیان میں زور دیا کہ خلیجی بحران کی اصل وجہ یہ تھی کہ وہاں کے حکام آمر اور مستبد تھے۔ جمہوریت اور شوریٰ مفقود تھی اور عوام کی قسمت کا فیصلہ کرنے میں انھیں شریک نہیں کیا گیا تھا (حاضر العالم الاسلامی عام ۱۹۹۲، حوالہ بالا، ص ۹۷-۹۸)۔

چوتھے مرشد عام استاذ محمد حامد ابو النصرؒ نے ۱۰ سال اخوان المسلمون کی بھرپور قیادت کر کے ۲۹ شعبان ۱۴۱۶ھ مطابق ۲۰ جنوری ۱۹۹۶ کو عالم آخرت کی راہ لی اور قاہرہ کے علاقے نصر میں قطامیہ قبرستان میں مدفون ہوئے۔ جنازے میں لاکھوں انسانوں، سیاسی رہنماؤں، عالمی اسلامی تحریکات کے نمایندوں اور غیر مسلم تبعیوں نے شرکت کی اور اس طرح صلابت و استقامت، ایثار و قربانی اور استحکام و جہاد و مزاحمت کی ۸۳ سالہ تاریخ خاموش ہو گئی (استاذ محمد حامد ابو النصرؒ کی مجاہدانہ شان اور تحریک اسلامی کی راہ میں ثابت قدمی و جاں سپاری کی تفصیل کے لیے ان کی خود نوشت ملاحظہ کیجیے، وادی نیل کا قافلہ سخت جاں، ترجمہ: حافظ محمد ادریس)۔ تجہیز و تکفین سے فراغت کے بعد لاکھوں کے مجمع عام میں مشیر قانونی اخوان المسلمون استاذ مامون الہضیبی نے مرحوم کی خدمات اور مجاہدانہ سرگرمیوں پر روشنی ڈالتے ہوئے یہ اعلان کیا کہ مرشد عام نے اپنے مرض وفات سے کچھ پہلے اپنے نائب اول مصطفیٰ مشہور کو اپنا جانشین مقرر کر دیا تھا اور تمام اخوانی رہنماؤں نے مصر کے اندر اور باہر اس نامزدگی سے اتفاق کر لیا ہے۔ اب ہماری ذمہ داری ہے کہ پانچویں مرشد عام کی قیادت و معیت میں ثبات و استقامت کی نئی تاریخ رقم کریں (ہفت روزہ المجتمع، کویت، شمارہ ۱۱۸۶، ۳۰ جنوری ۱۹۹۶، ص ۲۲)۔

استاذ مصطفیٰ مشہور (پیدائش ۱۹۲۱)

اخوان المسلمون کے پانچویں مرشد عام استاذ مصطفیٰ مشہور نے اپنے پیش رو کے جنازے میں شرکت کرنے والوں اور تعزیتی کلمات کہنے والوں کا شکریہ ادا کرتے ہوئے ۲۱ جنوری ۱۹۹۶ کو مسجد رابعہ العدویہ کے قریب پویلین میں مختصر خطاب بھی کیا۔ آپ نے جماعت اخوان کے طریق کار اور دستور العمل پر زور دیا اور کہا کہ جماعت اسلام کامل کی دعوت دیتی ہے۔ عالم گیر اسلامی حکومت کا قیام اس کا نصب العین ہے اور وہ ہر طرح کے تشدد اور دہشت گردی کو مسترد کرتی ہے۔ امام حسن البنا شہیدؒ کا مقصد وطن اسلامی کو ہر غیر ملکی اقتدار سے آزاد کرنا اور اس وطن میں اسلام کی مملکت قائم کرنا تھا۔ اس جدوجہد میں افراد کی عمریں نہیں بلکہ دعوتوں اور تحریکوں کی عمریں دیکھی جاتی ہیں۔ ہم زمانے کی طوالت سے نہیں گھبراتے۔ ہمارے نزدیک اہم بات یہ ہے کہ ہم راہ حق پر گامزن رہیں، رفتار کو تیز تر کر دیں اور ایک نسل سے دوسری نسل تک یہ امانت منتقل کرتے رہیں تا آنکہ حق و باطل کا فیصلہ ہو جائے۔ ہمیں رضائے الٰہی محرک کو بہرحال سامنے رکھنا ہے اور محض مادی معیارات ہمارے پیمانے نہیں ہو سکتے۔ آپ نے اس عزم کا بھی اظہار کیا کہ ہم بغیر کسی انحراف کے اسی راہ پر چلتے رہیں گے جو ہمیں حسن البنا شہیدؒ نے دکھائی تھی اور ان کے بعد استاذ حسن الہضیبیؒ نے اسی راہ پر ہماری رہبری کی تھی اور ان کے بعد استاذ عمر التلمسانیؒ اور استاذ محمد حامد ابو النصرؒ نے بالترتیب اس پر گامزن رکھا تھا۔ ان شاء اللہ وہی نقوش راہ ہمارے لیے مشعل راہ ہوں گے اور ہم سب پر امید ہیں کہ مستقبل اسلام کا ہو گا (ایضاً، ص ۴۳)۔

استاذ مصطفیٰ مشہور، پانچویں مرشد عام، ڈیلٹا مصر کے مشرقی خطے منیا القمح کے گاؤں السعدیین میں ۱۹۲۱ میں پیدا ہوئے۔ ۱۷ سال کے ہوئے تو ۱۹۳۸ میں اخوان المسلمون میں شامل ہوئے۔ ثانوی تعلیم کی تکمیل کے بعد قاہرہ منتقل ہو گئے اور کلیتہ العلوم میں داخلہ لے لیا۔ وہاں سے ۱۹۴۳ میں فلکیات اور رصد کاری میں گریجویشن کیا۔ اس کے بعد ملک کی رصد کاری کی فضائیہ میں ایک فضائی رصد کار کی حیثیت میں ملازمت کر لی۔ ۱۹۴۶ میں فلکیات اور رصد کاری ہی میں اعلیٰ تر ڈپلوما بھی حاصل کر لیا۔

مصطفیٰ مشہور نے بھی سنت یوسفیؑ کی پیروی میں اخوان المسلمون کے دوسرے رہنماؤں اور مرشدین کی طرح قید و بند کی طویل زندگی گزاری۔ ۴ مرتبہ آپ کو جیل کی سلاخوں کے پیچھے دھکیلا گیا۔ پہلی بار ۱۹۴۸ میں السیارۃ الجیب کے معروف کیس میں مقدمہ چلا اور ۳ سال تک آپ زنداں میں بند رہے۔ ۱۹۵۱ میں رہائی ملی۔ ناصری دور میں جنوری ۱۹۵۴ میں دوبارہ قید کر لیے گئے مگر جلد ہی رہا کر دیے گئے۔ اسی سال اگست میں پھر محبوس کر لیا گیا اور ۱۰ سال قید کی سزا دی گئی۔ ۱۹۶۴ میں جیل سے باہر آئے مگر ۱۹۶۵ میں ایک بار پھر اقتدار وقت کی پیشانی شکن آلود ہوئی اور شیخ کو مزید ۶ سال کی قید کا انعام ملا۔ ۱۹۷۱ میں تمام مراحل ابتلا سے کامیابی سے گزر کر آپ نے جیل سے باہر قدم نکالا۔ اس طرح شیخ مصطفیٰ مشہور نے شاہ فاروق اور جمال عبدالناصر کے دور میں مجموعی طور پر ۱۹ سال اسیری کے بسر کیے۔ ۱۹۸۱ میں جب اخوان ایک

بار پھر دار و گیر کی آزمایشوں سے دوچار ہوئے تو آپ اس وقت مصر سے باہر تھے۔ چنانچہ کئی سال تک آپ کو جلاوطنی اور ملک بدری کی زندگی گزارنی پڑی۔ ۱۹۸۶ میں وطن واپسی ہوئی۔ اسی سال استاذ محمد حامد ابوالنصرؒ اخوان کے چوتھے مرشد عام منتخب ہوئے تھے۔ شیخ مصطفیٰ مشہور، مرشد عام کے نائب اول مقرر ہوئے اور ان کی پوری مدت امارت میں یہ ذمہ داری پورے اخلاص اور یکسوئی سے نبھائی۔ آخرکار ۱۹۹۶ میں پانچویں مرشد عام کی حیثیت میں اخوان نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی (ایضاً، ص ۲۴)۔

پانچویں مرشد عام کی حیثیت میں استاذ مصطفیٰ مشہور سے مجلہ المجتمع کے نمایندے نے ایک طویل انٹرویو لیا۔ اس کے بعض حصے یہاں نقل کیے جا رہے ہیں جس سے مرشد عام کے خیالات اور آیندہ کی تحریکی حکمت عملی پر روشنی پڑتی ہے۔

احمد منصور: قانونی پابندی اور رنج و محن کے جاں گسل دور سے نکلنے کے لیے اخوان نے کیا کیا؟

مصطفیٰ مشہور: ہم کوشش کر رہے ہیں کہ کوئی ایسا دروازہ وا ہو جائے جس سے ہم اپنی دعوت اور نظریے کی علانیہ تشہیر کر سکیں۔ یہاں میں یہ صراحت کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ ہم ملکی دستور کے مخالف نہیں ہیں۔ جب ہم صحیح اسلام کی اور شریعت اسلامیہ کی تنفیذ کی دعوت دیتے ہیں تو اس سے دستور کی خلاف ورزی نہیں ہوتی۔ کیونکہ مصری دستور اسلام کو ملک کا سرکاری مذہب قرار دیتا اور اسلامی شریعت کو قانون سازی کا ماخذ تصور کرتا ہے۔ یہ محض اخوان کی ذمہ داری نہیں ہے بلکہ یہ تو ہر مسلمان کا فرض ہے کہ وہ اسلامی مقاصد کو بروے کار لائے۔ اسلام صرف عبادت کا نام نہیں۔ یہ مذہب بھی ہے اور حکومت بھی۔ اس مذہب کے لیے ایک ایسی مملکت ناگزیر ہے جو اسلام کو نافذ کرے، دشمنان خدا سے مسلمانوں کا تحفظ کرے اور اغیار کی ہر چال کو ناکام بنائے۔ یہ ایک فریضہ ہے لیکن بیشتر مسلمان اس سے غافل ہیں۔ اخوان انھیں اس فریضے کی ادائیگی اور اسلامی شریعت کی تنفیذ کی دعوت دیتے ہیں۔ اگر حکومتیں شریعت کو نافذ کرنے لگیں تو اخوان ان کے مددگار اور سپاہی ہوں گے۔

احمد منصور: کیا اخوان سیاسی اور قانونی سطح پر اپنا وجود منوانے کے لیے کچھ اقدام کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں؟ ۱۹۵۴ سے جماعت خلاف قانون چلی آ رہی ہے۔ کیا کوئی متبادل قانونی شکل سوچی جا رہی ہے؟

مصطفیٰ مشہور: ہم نے سرکاری سطح پر اخوان کے وجود کو تسلیم کرنے کا مطالبہ کیا ہے۔ سچی بات یہ ہے کہ اخوان کو خلاف قانون قرار دینے کا کوئی فیصلہ نہیں ہے۔ ہم نے اس مسئلے کو پارلیمنٹ میں رکھا ہے اور یہ زیر غور ہے۔ ۱۹۸۴ کے انتخابات میں ہم نے ایک پارٹی کے قیام پر گفتگو کی تو ہم سے کہا گیا کہ کسی مذہبی سیاسی پارٹی کے قیام کی اجازت نہیں دی جا سکتی کیونکہ اس سے فرقہ وارانہ فساد بھڑک اٹھے گا حالانکہ یہ خلاف واقعہ ہے۔ مسیحیوں سے ابتدا ہی سے ہمارے تعلقات اچھے چلے آ رہے ہیں۔ امام حسن البناؒ، استاذ حسن اسماعیل الہضیبیؒ، سید عمر تلمسانیؒ، استاذ محمد حامد ابو النصرؒ، ہر ایک کے دور میں بہترین روابط رہے

ہیں۔ اس کی گواہی خود قبطی دیتے ہیں مگر اس کے باوجود حکومت فرقہ وارانہ فساد کا موہوم اندیشہ ظاہر کرتی ہے۔ تاہم بعض اخوانی نوجوانوں نے "الوسط پارٹی" تشکیل دی اور اس کا پروگرام بنایا اور پولیٹیکل پارٹیز افیئرز کمیٹی کے سامنے اپنی درخواست پیش کی جسے وہ لازماً نامنظور کر دے گی۔ مگر ہماری خواہش ہے کہ حکومت سے گفت و شنید کریں اور کوئی راہ نکلے' جب کہ ہم تشدد اور دہشت گردی سے دور ہیں اور قوانین ملکی کے خلاف کوئی کام نہیں کرتے۔ اس کے باوجود ہم قید و بند اور مختلف مظالم و مقدمات کا سامنا کرتے رہتے ہیں اور انتخابات میں امیدواری کے ہمارے کاغذات رد کر دیے جاتے ہیں۔

احمد منصور: بعض اخبارات اور میڈیا میں یہ تاثر دیا گیا ہے کہ نئے مرشد عام کا اخوان کے "نظام خاص" میں کلیدی کردار تھا' اب ان کے انتخاب سے اخوان کے نظام عمل اور طریقہ کار میں نیا تغیر آئے گا اور ہو سکتا ہے کہ جماعت اگلے مرحلے میں تشدد آمیز راہ عمل اختیار کرے؟

مصطفیٰ مشہور: اخوان کا پروگرام' ان کا منہاج اور اسلوب' قیادت کی تبدیلی سے نہیں بدلا کرتا۔ اخوان کے سابقہ "نظام خاص" سے میرا رابطہ تھا مگر وہ فلسطین میں یہودیوں کے خلاف جنگ و قتال اور مصر میں انگریزی تسلط کے خاتمے کے لیے تیار کیا گیا تھا۔ ان دونوں محاذوں پر "نظام خاص" نے کلیدی کردار ادا کیا۔ اب وہ دور گزر چکا ہے۔ اس کا یہ مطلب نکالنا غلط ہو گا کہ میں تشدد' طاقت یا اس طرح کی کسی چیز پر یقین رکھتا ہوں۔ اللہ جانتا ہے کہ میں ان طریقوں سے یکسر دور رہا ہوں مگر وہ اس وقت کے مخصوص حالات تھے۔ اب یہ پروپیگنڈا اس لیے کیا جا رہا ہے تاکہ تصویر گھناؤنی بن جائے اور لوگ متنفر ہو جائیں۔ ساتویں عشرے میں جیل سے نکلنے کے بعد ملک میں بڑے حادثات ہوئے مگر کوئی ایک اخوانی بھی الحمدللہ اس میں شامل نہ ہوا۔ ان حقائق کے باوجود ارباب حکومت ہم پر یہ الزامات لگاتے رہتے ہیں کہ الجماعۃ الاسلامیۃ اور تنظیم الجہاد سے ہمارا رابطہ ہے۔ مگر یہ الزامات کبھی ثابت نہیں ہوئے اور فی الحقیقت ہمارا ان سے کوئی تعلق نہیں بلکہ ہم نے ان تمام حادثوں میں تشدد پر تنقید کی ہے (ایضاً' ص ۲۴-۲۶)۔

استاذ مصطفیٰ مشہور ایک کہنہ مشق ادیب و مصنف' صحافی اور خطیب بھی ہیں۔ دسیوں کتابیں تحریک اور داعیان اسلام کے مسائل پر تحریر کی ہیں۔ اخبارات و جرائد میں آپ کے سیکڑوں مقالات شائع ہو چکے ہیں۔ مصر اور بیرون مصر اسلامی کانفرنسوں اور سیمی ناروں میں اسلام کی بے باک ترجمانی کرتے رہے ہیں۔ طریق الدعوۃ اور زاد علی الطریق میں تحریک اسلامی کے اندر فکری انحرافات اور عملی ابتلاؤں پر بڑا بصیرت افروز تبصرہ کیا ہے۔ استاذ کے نزدیک:

راہ دعوت کے انحرافات' داعیان دین کے لیے آزمایشی گھاٹیوں سے زیادہ خطرناک ہیں بلکہ میں تو کہتا ہوں کہ فکری انحراف' حرکی و عملی انحراف سے زیادہ پرخطر ہے۔ کیونکہ فکر صحیح کے سایے میں اس بات کا امکان ہے کہ حرکت اور عمل کو صحیح رخ پر گامزن کر سکیں اور خطا سے دست کش ہو جائیں

لیکن یہ انحراف فکر میں ہو تو اس فکر سے جنم لینے والی ہر حرکت ضرر رساں ہو گی۔ وہ قطعی مفید نہیں ہو گی (مصطفیٰ مشہور، طریق الدعوۃ، الاتحاد الاسلامی العالمی للمنظمات الطلابیہ، کویت، ۱۹۸۰، ص ۸۰)۔

استاذ مصطفیٰ مشہور نے دعوت دین کی راہ میں جن فکری انحرافات کی طرف اشارہ کیا ہے ان میں سب سے اہم قضیہ "تکفیر" ہے۔ یعنی اسلام کے حرکی و انقلابی تصور کو نہ ماننے والوں اور اس کے تقاضوں کی تکمیل سے غفلت برتنے والوں کو کافر، جاہلی یا مشرک قرار دینا۔ اس مسئلے پر اخوان کے دوسرے مرشد عام حسن اسماعیل الہضیبیؒ نے تفصیل سے کلام کیا تھا مگر ان کی پوری گفتگو فقہی اور قانونی پس منظر میں تھی۔ پانچویں مرشد عام نے اس مسئلے پر دعوتی اور سماجی تناظر میں طریق الدعوۃ (حوالہ بالا) میں تفصیل سے بات کی اور اس کے دلائل دیے۔ ان کی یہ طویل بحث مندرجہ ذیل نکات میں سمیٹی جا سکتی ہے:

۱- دوسروں کے ایمان و اسلام کے بارے میں فیصلہ دینا، کسی مسلمان پر واجب نہیں (ص ۵۹-۶۰)۔

۲- ہر مسلمان کی جان و مال اور عزت و آبرو محترم ہے، اسے تار تار کرنے کا کسی کو حق نہیں (ص ۶۰)۔

۳- راہ حق کی آزمایشیں انسانی غلطیوں کا نتیجہ نہیں بلکہ یہ سنت الٰہی کا حصہ ہیں (ص ۶۱-۶۴)۔

۴- کفر کے فتووں سے عام مسلمانوں میں تنفر اور وحشت پیدا ہوتی ہے اور وہ دعوت کے دشمن بن جاتے ہیں (ص ۶۶-۶۷)۔

فاضل مصنف نے اس فکری انحراف کے اسباب و عوامل اور مظاہر بھی گنائے ہیں اور ان پر مفصل گفتگو کی ہے۔ وہ اہم عوامل مندرجہ ذیل ہیں:

(الف) **علم اور اس کے خطرات**: بسا اوقات سطحی اور سرسری علم حاصل کر کے داعی مفتی بن بیٹھتا ہے۔ محض چند نصوص کو دانتوں سے پکڑ لیتا ہے اور ان کے ظاہری مفہوم سے اس طرح چمٹ جاتا ہے کہ ان نصوص کی تعبیر و تشریح کرنے والے علما و فقہا کے ادراکات و استنباطات کو بے معنی قرار دے دیتا ہے۔

(ب) **اصول اور فروع میں عدم امتیاز**: کبھی کبھی سالک دعوت کی روح اور جوہر سے بے نیاز ہو کر ہیکل اور شکل سے ہی لپٹ جاتا ہے، یا جوہر سے پہلے شکل و صورت پر زور دیتا ہے۔ اسی طرح اصول کے بجائے فروع کی دعوت دینا بھی بڑا مہلک ثابت ہوتا ہے۔

(ج) **تفریط اور تشدد**: عبادات و طاعات میں ضرورت سے زیادہ انہماک اور دوسرے فرائض سے غفلت انسان کو یک رخا، مردم بیزار اور متوحش بنا دیتی ہے اور وہ نوافل و سنن کی خاطر فرائض و واجبات کو ترک کرنے لگتا ہے۔

(د) **عجلت اور بے صبری**: راہ حق کے مصائب سے گھبرا کر داعی دین کبھی شارٹ کٹ ڈھونڈنے لگتا

ہے اور قوت و ہتھیار کے استعمال پر آمادہ ہو جاتا ہے جس سے تحریک اسلامی کی راہ کھوٹی ہو جاتی ہے۔

(ہ) **تربیت کے بجائے سیاسی طریقے پر زور**: یعنی تربیت و تزکیے کی مشکل راہ کو چھوڑ کر سیاسی پارٹیوں کی راہ پر داعی گامزن ہو جائے۔ ایمان و اسلام کے اصولوں کو بالائے طاق رکھ دے اور غلبہ و فتح کے لیے تمام اوچھے ہتھکنڈے استعمال کرنے لگے۔

(و) **اشخاص اور قائدین پر انحصار**: تحریک میں اصل اہمیت اصولوں اور عقائد و نظریات کی نہ رہ جائے بلکہ تحریک افراد کے گرد گھومنے لگے اور سارے پروگراموں کی کامیابی کا انحصار شخصیات پر ہو جائے (ایضاً، ص ۴۰-۴۷)۔

ان فکری انحرافات اور عملی آزمایشوں سے عہدہ برآ ہونے کے لیے فاضل مرشد عام نے صحیح راہ کا تعین بھی کیا ہے:

اگر ہم واقعی یہ چاہتے ہیں کہ اسلام کے لیے خیر و امن اور سعادت کی تحصیل کریں اور اس سرزمین پر دین الٰہی کو غلبہ و تمکن سے ہم کنار کریں، تو ہمارے لیے لازم ہے کہ اسی راہ پر گامزن ہوں جس پر اللہ کے رسول چلے تھے۔ یعنی ایمان و عمل اور محبت و اخوت کی راہ۔ اس میں کوئی تبدیلی و تغیر نہ ہو اور نہ کوئی افراط و تفریط ہو (ایضاً، ص ۶۷، نیز دیکھیے ص ۱۰۹-۱۱۰)۔

استاذ مصطفیٰ مشہور کی ہوش مند قیادت، باوقار حکمت عملی اور متین و سنجیدہ افکار و نظریات کے اثرات و نتائج کو عالم اسلام اور مصر کے مورخین ضرور محسوس کریں گے۔ ان کے نظریات کی پختگی اور تحریروں کے رسوخ و استحکام پر تیسرے مرشد عام السید عمر تلمسانیؒ نے بڑا جامع تبصرہ کیا ہے:

ہر علم کا ایک فہم اور فقہ ہے جس کا حامل و طالب اس علم کے ناگزیر عناصر کا ادراک کرتا ہے۔ احکام القرآن کی ایک فقہ ہے۔ سنت مطہرہ کی اپنی فقہ ہے اور سیرت نبویؐ کی اپنی فقہ۔ اسی طرح دین کی دعوت و اصلاح کی ایک فقہ ہے اور اس علم کی گہرائیوں اور ناگزیر عناصر کا وہی ادراک کر سکتا ہے جسے اللہ نے دین، علم اور اخلاص کی دولت سے نوازا ہو۔ دین سے ایمان آتا ہے، علم سے وضاحت و صراحت کی تکمیل ہوتی ہے اور اخلاص سے عمل کو کامیابی ملتی ہے۔

اللہ کی مشیت ہوئی کہ بھائی مصطفیٰ مشہور پر احسان کرے۔ اس نے انھیں دعوت الی اللہ اور آزمایش میں ثبات علی الحق کے لیے منتخب کر لیا۔ وہ اپنے احباب کے ساتھ ان آزمایشوں سے نکلے تو ثابت قدم، ٹھوس، پاکیزہ و مطہر اور مخلص و متجرد للہ تھے (ایضاً، ص ۵)۔